© rasailojaraid.com

غلام محمد جعفر

مولانا محمد علی قصوری اور جدوجہد آزادی

بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں جب برطانیہ اور تمام یورپ جنگ عظیم کی لپیٹ میں آگیا تو اس کے اثرات برصغیر پاک و ہند کی سیاست پر بھی مرتب ہوئے۔ یہاں کے بعض مسلم حریت پسندوں نے ہندوستان کی آزادی کی کوششیں تیز کر دیں اور انھوں نے ہندوستان کو دارالحرب تصور کرتے ہوئے افغانستان کی طرف ہجرت کی۔ ان کا خیال تھا کہ دوران جنگ افغانستان کو ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لیے آمادہ کر لیں گے۔ ان شخصیات میں مولانا عبیداللہ سندھی اور مولانا محمد علی قصوری قابل ذکر ہیں۔ پنجاب کے مختلف تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم بعض طالب علموں نے بھی اپنی پڑھائی کو خیرباد کہہ کر افغانستان کی طرف ہجرت کی۔ ان طالب علموں کی روانگی کے بارے میں ظفر حسن ایبک اپنی آپ بیتی "خاطرات" میں تحریر کرتے ہیں: "میرے کالج کے زمانے میں اس جماعت (جماعت مجاہدین) کے نمائندے' پنجاب میں مولوی فضل الٰہی وزیر آبادی تھے اور ان کا رابطہ لاہور میں مولوی عبدالرحیم المعروف مولوی بشیر سے تھا۔ گورنمنٹ کالج کے مسلمان طالب علموں میں سے شیخ عبداللہ کا ان صاحبان سے تعارف ہو گیا تھا۔ انھوں نے اس کے ذریعے دوسرے مسلمان طلبا کے خیالات کا پتا لگایا' جب ان کو اطمینان ہو گیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو انھوں نے خلیفتہ المسلمین کے فتوی جہاد کی ایک نقل ہمارے پاس بھیج دی۔ اس سے ہم سب میں، ترکوں کی صفوں میں شریک ہو کر انگریزوں کے برخلاف جہاد کرنے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ .... اس لیے ہم سب ہم خیال طلبا نے یعنی گورنمنٹ کالج سے ایم۔ اے کے طالب علم میاں عبدالباری اور شیخ عبدالقادر، بی۔ اے کے طالب علم عبدالمجید خان، اللہ نواز خان، شیخ عبداللہ، عبدالرشید، عبدالرحمان، غلام حسین اور میں۔ میڈیکل کالج سے سیکنڈ ایئر کے طالب علم خوشی محمد، عبدالحمید، رحمت علی اور شجاع اللہ، 6 جنوری 1915ء کو اتوار کے روز کشتی پر دریاے راوی میں گئے اور وہاں منجھدھار میں قرآن شریف پر رازداری اور جہاد میں شریک ہونے کا حلف اٹھایا۔

بعد میں اس ٹولی میں اللہ نواز کا بھائی شاہ نواز خان جس کی تعلیم بہت کم تھی، اور اللہ نواز کے خاندان کا پروردہ عبدالحق نام کا ایک ان پڑھ سا نومسلم بھی شریک ہو گیا تھا۔ اس کے بعد مولوی فضل الٰہی اور مولوی بشیر سے مل کر ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم کو سرحد پار چلے جانا چاہیے۔ اس سفر کے سارے انتظامات گورنمنٹ کالج کے طلبا کے لیے شیخ عبداللہ نے، اور دوسرے کالجوں کے طالب علموں کے لیے خوشی محمد نے، ان مولوی صاحبان سے مل کر کیے، اور 5 فروری 1915ء کو جمعہ کا دن ہماری روانگی کے لیے مقرر کیا گیا۔" (1)

مولوی محمد علی قصوری اس خاندان کے چشم و چراغ تھے، جن کے اکثر افراد نے دین، قوم اور ملک کی خدمت میں ممتاز مقام حاصل کیا۔ ان کے اجداد کا اصل وطن ضلع سیالکوٹ کا ایک گاؤں تھا۔ مولوی محمد علی کے پردادا قاضی غلام حسین، دلاور ضلع گوجرانوالہ چلے آئے تھے۔ قاضی غلام حسین کے تین فرزند تھے۔ مولانا عبدالقادر، مولوی عبدالحق اور مولوی عبداللہ۔ مولانا عبدالقادر نے وکالت کو اپنا پیشہ بنایا اور جلد ہی اعلیٰ مقام حاصل کر لیا۔ انھوں نے قصور کو اپنا مستقل مستقر قرار دیا، اس وجہ سے وہ اور ان کے خاندان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افراد قصوری مشہور ہوئے۔ 1993ء میں جب پاکستان کی حکومت عارضی طور پر معین قریشی کے حوالے کی گئی تھی تو ان ہی کی نگرانی میں 1993ء کے عام انتخابات ہوئے تھے۔ معین قریشی کا تعلق اس قصوری خاندان سے ہے۔ وہ مولوی محمد علی قصوری کے برادر کبیر مولوی محی الدین احمد قصوری کے فرزند ارجمند ہیں، لیکن انھوں نے اپنے نام کے ساتھ 'قصوری' کی بجائے ہمیشہ قریشی لکھنے کو ترجیح دی ہے۔

مولانا عبدالقادر کے چار صاحب زادے تھے۔ سب سے بڑے مولوی محی الدین (2)، ان سے چھوٹے مولوی محمد علی، ان سے چھوٹے احمد علی قصوری اور سب سے چھوٹے محمود علی۔ مولوی محمد علی قصوری 1891ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم قصور ہی میں پائی۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے امتیازی درجے میں ڈگری حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے، جہاں کیمرج یونیورسٹی کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ بیرسٹری کے لیکچر بھی پورے کر لیے تھے، لیکن سند حاصل نہ کر سکے تھے کہ گھر واپس آئے، اس اثنا میں یورپ میں جنگ عظیم کا آغاز ہوگیا۔ اس وجہ سے پھر انگلستان واپس نہ جا سکے۔ انگلستان کے قیام کے دوران مولوی محمد علی قصوری اپنی زندگی دینی، اسلامی اور ملکی کاموں کے لیے وقف کر چکے تھے۔ انگلستان سے واپسی کے بعد صرف ایک ماہ ہندوستان میں قیام کرنے کے بعد افغانستان چلے گئے۔ وہ اپنی کتاب "مشاہدات کابل و یاغستان" میں تحریر کرتے ہیں۔ "1914ء کی جولائی میں ہندوستان واپس ہوا۔ اس کے ایک ہی مہینہ بعد پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی اور مجھے اس میں اپنی امیدوں کے پورا ہونے کی جھلک نظر آنے لگی۔ مجھے برطانوی حکومت کی طرف سے کئی ملازمتوں کی پیش کش ہوئی لیکن میرے دماغ میں ایک ہی سودا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اسلامی ممالک کو مغربی استعمار کے چنگل سے آزاد کرایا جائے۔ میں دلی پہنچا اور وہاں مولانا آزاد، حکیم اجمل خان صاحب مرحوم، مولانا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبیداللہ سندھی مرحوم اور ممتاز ہندو لیڈروں سے تبادلہ خیالات کا اتفاق ہوا۔ اس عرصے میں خفیہ اطلاع ملی کہ انگریز روس کی حمایت سے اب افغانستان پر بھی قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے سب لیڈروں کی متفقہ رائے ہوئی کہ میں افغانستان چلا جاؤں اور افغانی حکومت کو اس خطرے سے خبردار کر کے ہندوستان پر حملے کے لیے تیار کروں"۔ (3)

افغانستان پہنچنے کے بعد مولوی محمد علی قصوری کو حبیبیہ کالج میں ریاضی کا استاذ مقرر کیا گیا۔ کچھ عرصہ مولوی صاحب حبیبیہ کالج میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ حبیبیہ کالج امیر حبیب اللہ خان کے دور میں کابل میں قائم ہوا تھا۔ اس کالج کے بارے میں مولانا عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں ض "اعلیٰ حضرت امیر حبیب اللہ خان شہید کی پرائیویٹ زندگی سے قطع نظر کر لیا جائے تو انھیں شاہ اصلاح پسند کہنا چاہیے۔ ہمیں اپنی اس رائے کے اظہار میں کوئی تامل نہیں کہ اگر امیر عبدالرحمان کے بعد امیر شہید جیسا بادشاہ برسراقتدار نہ آتا تو افغانستان میں کبھی بھی موجودہ ترقی کا دور جاری نہ ہو سکتا۔ امیر حبیب اللہ خان نے دو مدرسے حبیبیہ اور حربیہ اور دو شفاخانے ملکی اور نظامی نئے طریقے پر بنائے۔ حبیبیہ سکول کا نظام تمام تر ہندوستانیوں کے ہاتھ میں تھا۔ حافظ احمد دین بی۔ اے اس وقت اس کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ شیخ محمد ابراہیم ایم۔ اے (4) کو میں نے انہی کی معرفت کابل بجھوایا تھا۔ ان کے ساتھ مولوی محمد علی قصوری ایم۔ اے کو حافظ جی اپنے انتخاب سے لے گئے تھے" (5)

مولوی محمد علی قصوری جن مقاصد کے حصول کے لیے افغانستان گئے تھے وہ امیر حبیب اللہ کے معاندانہ اور پرو برٹش پالیسی کی وجہ سے پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکے۔ مولوی محمد علی قصوری اس سلسلے میں لکھتے ہیں: "افغانستان جس کے متعلق میں اس قدر امیدیں لے کر گیا تھا' سیاسی طور پر مردہ تھا' امیر حبیب اللہ مرحوم ...... نہایت سخت مستبد اور مطلق العنان بادشاہ تھے۔ وہ ہر سیاسی سرگرمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو مشکوک نظروں سے دیکھتے تھے' اس لیے افغانستان میں کسی سیاسی تحریک میں منسلک ہونا موت کو دعوت دینا تھا کہ امیر صاحب کا سارا بجٹ انگریزوں کے روپے کا مرہون منت تھا۔ ان کا تمام ذاتی خرچ ہندوستان کے امدادی روپے سے چلتا تھا۔ پھر مختلف بیش قیمت تحائف بھی سرکاری امداد سے اعلیٰ حضرت کے محل میں پہنچتے رہتے تھے۔ بڑے بڑے افغان افسر تقریباً" انگریزوں کے تنخواہ دار تھے۔ مجھے وہاں پہنچ کر اپنی بے بسی کا احساس ہوا اور تمام دوستوں نے تاکید کی کہ یہ بڑی خاردار وادی ہے' اس لیے پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے۔ انگریزی سازشوں کے جال نے افغان حکومت کو عضو معطل بنا رکھا تھا۔" (6)

قیام کابل کے دوران مولوی محمد علی قصوری اپنے مشن کی کامیابی کے لیے برابر کوشاں رہے۔ امیر حبیب اللہ خان کے روپے سے جب انھیں مایوسی ہوئی اور اپنے مقاصد کی تکمیل کے آثار چنداں نظر نہ آئے تو انھوں نے نائب السلطنت سردار نصراللہ خان (جو انگریز دشمنی کی وجہ سے مشہور تھے) کے ساتھ راہ و رسم پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مولوی بشیر کے توسط سے نائب السلطنت سردار نصراللہ خان سے ملاقات کی گئی۔ مولوی بشیر سید احمد شہید کی تحریک مجاہدین کے ایک پرجوش کارکن تھے۔ ان کا اصل نام مولوی عبدالرحیم تھا۔ ان کے والد کا نام مولانا رحیم بخش تھا جو ملوال ضلع فیروزپور کے رہنے والے تھے۔ مولانا رحیم بخش کا سید احمد شہید کی جماعت سے رابطہ مولوی حیدر علی کے توسط سے ہوا تھا۔ مولانا رحیم بخش نے دہلی میں مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث کی سند لی۔ پھر لاہور آ گئے اور یہاں چینیاں والی مسجد میں امام مقرر ہوئے۔ مولوی عبدالرحیم 1885ء میں پیدا ہوئے اور اپنے والد ہی سے دینی تعلیم حاصل کی۔ چونکہ مولوی عبدالرحیم کا خانوادہ سید احمد شہید کی جماعت سے وابستہ تھا للہذا مولوی عبدالرحیم ہندوستان کو دارالحرب تصور کرتے تھے۔ مولانا غلام رسول مہر نے لکھا ہے کہ ہجرت سے قبل مولانا عبدالرحیم کئی مرتبہ مولانا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبدالقادر قصوری کے پاس مشورے کے لیے گئے۔ لیکن مولانا عبدالقادر نے انھیں یہ مشورہ دیا کہ ہندوستان میں رہ کر کام کرنا چاہیے۔ چونکہ وہ جانے کا مصمم ارادہ کر چکے تھے لہٰذا چپ چاپ نکلے اور سرحد جا کر وہ کام شروع کر دیا جسے وہ اپنے عقیدے میں بہترین اسلامی' "دینی اور قومی کام سمجھتے تھے۔ (7)

امیر حبیب اللہ خان کی موجودگی میں افغانستان میں انگریزوں کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا جا سکتا تھا' کیونکہ انگریزوں نے امیر حبیب اللہ خان کو لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ جنگ عظیم کے دوران افغانستان اور ہندوستان کے شمال مغربی سرحدی علاقوں کے قبائل میں امیر حبیب اللہ خان کی جانب سے یہی تاثر دیا گیا کہ جب تک امیر حبیب اللہ خان جہاد کا اعلان نہ کریں اس وقت تک انگریزوں کے خلاف جنگ جائز نہیں۔ امیر حبیب اللہ خان نے انگریزوں کو یقین دلایا تھا کہ وہ جنگ کے دوران کسی قسم کی انگریز دشمن سرگرمی میں ملوث نہیں ہوں گے۔ مولانا عبداللہ لغاری لکھتے ہیں "حرب عمومی کے دوران مولانا (عبیداللہ سندھی) کو کابل میں جا کر معلوم ہوا کہ افغانستان کے علما اور بڑے آدمیوں سے اور صوبہ سرحد کے علما اور لیڈروں سے اعلیٰ حضرت امیر صاحب اپنے لیے بیعت کا معاہدہ لے رہے تھے کہ جب تک میں جنگ شروع نہ کروں تم لوگ اس وقت تک اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف رہو' کیونکہ بادشاہ کے اذن کے سوا جنگ منع ہے۔ ...... ایک مدت بعد یہ راز کھلا کہ انگریزوں کو اس حرب عمومی میں امیر صاحب نے اس بات کا یقین دلایا تھا کہ میں ہمیشہ غیر جانب دار رہوں گا اور یہ بیعت نامے اس لیے تھے کہ نہ امیر صاحب اس جنگ میں شریک ہوں گے' نہ صوبہ سرحد اور پنجاب میں کوئی گڑ بڑ ہو گی۔ اس کے عوض گورنمنٹ انڈیا اعلیٰ حضرت صاحب کو بہت روپیہ دیتی رہی اور وظیفے میں کافی اضافہ کر دیا گیا تھا اور ان کو یقین دلایا تھا کہ ان کے بعد ان کے بڑے بیٹے عنایت اللہ کو ولی عہد تسلیم کیا جائے گا۔" (8)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انگریزوں نے معین السلطنت سردار عنایت اللہ خان کے مرشد حضرت چہار باغ کو جو مکہ مکرمہ تشریف لے جا چکے تھے، واپس افغانستان بلوایا تاکہ سردار عنایت اللہ خان کو جنگ میں شمولیت سے باز رکھا جاسکے۔ حضرت صاحب چہار باغ نے واپس آکر لوگوں کو یوں خواب سنائے کہ رسول کریمؐ نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں افغانستان کو جنگ سے علیحدہ رکھنے کا کام پورا کروں، اور حضرت صاحب چہار باغ اس میں کامیاب ہو گئے، اور معین السلطنت سردار عنایت اللہ خان کو جنگ میں شامل نہیں ہونے دیا۔ (9)

پیر صاحب چہار باغ نے مولوی محمد علی قصوری کی کابل میں موجودگی کو حکومت افغانستان کے مفاد کے خلاف گردانا اور حبیب اللہ خان سے مولوی محمد علی قصوری کے اخراج کے بارے میں کہا۔ چونکہ نائب السلطنت سردار نصراللہ خان اور سپہ سالار نادر شاہ مولوی محمد علی قصوری کے طرف دار تھے، اس لیے امیر حبیب اللہ خان مولوی محمد علی قصوری کے خلاف فوری کارروائی نہ کر سکے۔ لیکن بعد میں حکومت افغانستان کے ایما سے ان کے گھر پر ڈاکہ ڈالا گیا۔ چنانچہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر مولوی محمد علی قصوری نے کابل سے یاغستان جانے کا فیصلہ کیا تاکہ وہاں جاکر دیگر حریت پسندوں کی معاونت سے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے راہ ہموار کی جاسکے۔

جون 1916ء میں مولوی بشیر کی معیت میں مولوی محمد علی قصوری کابل سے خفیہ طور پر نکلے اور ایک ماہ کی مسافت طے کرنے کے بعد مولوی بشیر کے مستقر چمرکنڈ پہنچ گئے۔ یاغستان آمد کے بارے میں مولوی محمد علی قصوری یوں لکھتے ہیں۔ "فون ہیسٹنگ، راجہ مہندر پرتاپ اور مولانا برکت اللہ سے طویل مشاورت کے بعد یہ طے پایا کہ میں ملا بشیر کی معیت میں یاغستان چلا جاؤں اور قبائل کو منظم کر کے انگریزوں پر دھاوا بولوں۔ نائب السلطنت صاحب نے وعدہ فرمایا کہ وہ جرمن مشن کے بعض ارکان کو وہاں بھیجیں گے تاکہ قبائل کی تنظیم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا کام پورا اور مکمل کیا جا سکے۔ خود انھوں نے اسلحہ مہیا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ (10)

مولوی محمد علی قصوری کے بقول جرمن وفد کی رائے تھی کہ مولانا عبیداللہ سندھی کو کابل سے یاغستان چلے جانا چاہیے اور وہاں کے تمام امور سنبھالنے چاہئیں، لیکن مولانا سندھی نے یاغستان جانے سے انکار کر دیا۔ مولانا بشیر کی رائے تھی کہ یاغستان میں تحریک کی قیادت ایسے شخص کے ہاتھ میں ہونی چاہیے جو وہاں اقامت اختیار کرے۔ غرض کافی ردو کد کے بعد اس بات پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ یاغستان میں تحریک کی قیادت کچھ عرصے تک مولوی محمد علی قصوری کو کرنی چاہیے۔ اس کے بعد مولانا محمود حسن کو یاغستان آنے کی دعوت دی جائے تاکہ وہ تحریک کی قیادت کو سنبھالیں۔ کیونکہ یاغستان میں ان کا اثر مسلم تھا اور وہاں کے اکثر ملا اور آئمہ مساجد ان کے شاگرد تھے۔" (11)

یاغستان پہنچنے کے بعد مولوی محمد علی قصوری نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ یاغستان کے قبائل کو منظم و مربوط کر کے انگریزوں کے خلاف پشاور سے کوئٹہ تک بیک وقت گوریلا لڑائی شروع کر دی جائے۔ اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مولوی محمد علی قصوری نے قبائل کا دورہ شروع کیا اور یاغستان کے نامور علمائے کرام سے روابط قائم کیے تاکہ قبائلی عوام کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر آمادہ کر سکیں۔ جب حکومت ہند کو ان کی سرگرمیوں کا علم ہوا تو ان کو اشتہاری مجرم قرار دے کر حکومت ہند نے ان کی گرفتاری پر دس ہزار روپے کا انعام مقرر کیا۔ (12)

یاغستان میں مولوی محمد علی قصوری کی آمد کے بعد قبائل کی انگریز دشمن سرگرمیوں میں اضافہ ہو گیا اور قبائلی لشکروں نے برطانوی چوکیوں پر حملوں کا آغاز کر دیا۔ مولوی بشیر کو جو یاغستان میں زیادہ فعال تھے، کابل روانہ کیا گیا تاکہ ان کے توسط سے امیر حبیب اللہ خان کو اپنی معاونت پر آمادہ کیا جا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سکے، کیونکہ امیر حبیب اللہ خان مولانا بشیر سے معاونت کا وعدہ فرما چکے تھے، لیکن مولانا بشیر کو کابل میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ امیر حبیب اللہ خان انگریزوں کے دام تزویر میں پہلے سے پھنس چکے تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ انگریزوں کو ناراض کریں۔ مولوی محمد علی قصوری امیر حبیب اللہ خان کے رویے کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: "ہم اس وقت تک اسی خود فریبی میں مبتلا تھے کہ امیر حبیب اللہ درحقیقت ہمارے ساتھ ہیں اور انگریزوں کو محض چکمہ دے رہے ہیں، حالانکہ وہ فریقین کو چکمہ دے رہے تھے۔" (13)

امیر حبیب اللہ خان کو اس بات کا بھی اندیشہ تھا کہ اگر مجاہدین کی معاونت کی جائے تو کل یہی گروہ طاقت ور ہو کر ان کی حکومت کے لیے مسائل پیدا کر سکتا ہے۔ اس وجہ سے اس نے ہمیشہ دو رخی کا مظاہرہ کیا اور قبائل کو یہ کہہ کر جنگ میں شمولیت سے باز رکھنے کی کوشش کی گئی کہ امیر کے بغیر جنگ محض ایک دنیاوی جنگ ہو گی۔ بقول ظفر حسن ایبک "امیر صاحب سرحدی قبائل میں جو انگریزوں کے خلاف ہمیشہ دانت پیستے رہتے تھے، یہ پروپیگنڈہ کرواتے رہے کہ جہاد کے لیے ایک امیر اور ایک مسلمان اولوالامر کی ضرورت ہے، ورنہ انگریزوں کے برخلاف جو لڑائی لڑی جائے گی وہ ایک دنیوی جنگ ہو گی، اور جہاد شمار نہ کی جائے گی اور اس لڑائی میں مرنے والے مسلمان شہیدوں کا درجہ حاصل نہ کر سکیں گے۔ امیر صاحب کے اس پروپیگنڈے کا اثر بہت ہوا اور ساری جنگ عظیم کے درمیان قبائل سرحد نے انگریزوں کے برخلاف کوئی کاروائی نہ کی۔ ہمیشہ یہی کہا جاتا تھا کہ جب جہاد کے لیے مناسب وقت آئے گا تو امیر صاحب خود جہاد کا اعلان کر کے ان کی قیادت کریں گے۔" (14)

جن مقاصد کے حصول کے لیے مولوی محمد علی قصوری کابل گئے اور پھر وہاں سے انھوں نے یاغستان کی راہ لی، وہ مقاصد تشنہ تکمیل رہے۔ امیر حبیب اللہ خان کی معاندانہ روش کی وجہ سے حریت پسندوں کے سارے منصوبے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دھرے کے دھرے رہ گئے۔ بقول مولانا عبیداللہ سندھی "مشن (ہندوستانی مشن) کی جو گفتگو اعلیٰ حضرت سے ہوتی، وہ حرف بحرف برٹش قونصل کے ذریعے وائسرائے کو بھیج دی جاتی۔ اس کے معاوضے میں کافی روپیہ انگریزوں نے اعلیٰ حضرت کے لیے بھیجا اور ان کی سالانہ گرانٹ میں مستقل اضافہ ہو گیا۔ البتہ نائب السلطنت کی صدارت میں جو باتیں ہوتیں وہ محفوظ رہتیں۔" (15)

جنگ عظیم کے دوران حکومت ہند نے اس امر کی پوری کوشش کی کہ ہندوستان کی شمال مغربی سرحد پر کسی قسم کی شورش سر نہ اٹھانے پائے اور قبائل سرحد پرامن رہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے یاغستان میں تحریک مجاہدین کے امیر مولوی نعمت اللہ سے مصالحت کی کوششوں کا آغاز کیا گیا۔ مولوی نعمت اللہ حکومت مخالف سرگرمیوں سے اکتا چکے تھے اور مجاہدین کی حکومت مخالف سرگرمیوں کے خاطر خواہ نتائج بھی برآمد نہیں ہو رہے تھے، چنانچہ حکومت کی جانب سے مذاکرات اور مصالحت کی پیش کش کو غنیمت تصور کرتے ہوئے مولوی نعمت اللہ نے مولوی محمد علی قصوری اور مولوی برکت علی کو مذاکرات کے لیے اپنا نمائندہ منتخب کیا، جب کہ حکومت ہند نے صاحب زادہ عبدالقیوم کو منتخب کیا تاکہ وہ حکومت ہند کی جانب سے مذاکرات میں حکومت کی نمائندگی کر سکیں۔

چارلس کلیو لینڈ (Cleaveland) کے خط محررہ 14 جون 1916 سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ مجاہدین کے امیر مولوی نعمت اللہ سے مصالحت کا مقصد سرحد کے قبائل اور مجاہدین کو دوران جنگ پر امن رکھنا تھا۔ خط کے الفاظ کچھ یوں تھے:

I see that the immediate and most important objective of our present policy is to make such an arrangement with the Hidustani Fanatics that they give no trouble on the

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

frontier. But our secondary objective, which is a satisfactory solution of Wahabi question in India itself, also of very great importance and we all of us hoped that the present negotiations would secure both objecives. (16)

(ترجمہ) ہماری موجودہ پالیسی کے فوری اور اہم ترین مقاصد یہ ہیں کہ ہندوستانی مجاہدین کے ساتھ ایسے انتظامات کا اہتمام کیا جائے کہ وہ سرحد پر حکومت کو کسی قسم کی مشکل سے دوچار نہ کریں، لیکن ہمارا ثانوی مقصد ہندوستان میں وہابی مسئلے کا اطمینان بخش حل تلاش کرنا ہے جو بہت اہمیت کا حامل ہے، اور ہم سب اس بات کی امید کرتے ہیں کہ موجودہ مذاکرات سے دونوں مقاصد حاصل ہو جائیں گے

کلیو لینڈ (Cleaveland) کے خط سے واضح ہوتا ہے کہ جنگ کے دوران حکومت ہند نے یاغستان کے مجاہدین اور شمال مغربی سرحدی قبائل کو پر امن رکھنے کے لیے امیر المجاہدین مولوی نعمت اللہ سے سلسلہ جنبانی کا آغاز کیا۔ مذاکرات کے لیے مولوی نعمت اللہ نے جن دو نمائندوں کا انتخاب کیا ان کے بارے میں مولوی نعمت اللہ نے سرصاحب زادہ عبدالقیوم کو اپنے ایک خط میں لکھا۔

I do not consder it fit to send any other person to meet you except these two gentlemen, who are in the secret of this matter with me from the very beginning and who have rather been the prime mover of the question. There is, therefore, no other person more suitable to represent me than these and these are the men to whom I referred

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

in my last letter. (17)

(ترجمہ) میں ان دو آدمیوں کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو آپ سے ملاقات کے لیے موزوں نہیں سمجھتا جو شروع ہی سے اس معاملے میں ہم راز ہیں۔ بلکہ اس مسئلے کے اصل محرک بھی یہی ہیں۔ لہٰذا ان کے علاوہ میری نمائندگی کے لیے کوئی دوسرا شخص موزوں نہیں۔ یہی وہ دو اشخاص ہیں جن کا میں نے اپنے گزشتہ خط میں حوالہ دیا ہے۔

راس کیپل (Ross Keppel) نے مولوی نعمت اللہ کے ان دونوں نمائندوں کو پشاور آنے کا اجازت نامہ (Laiser passer) عطا کیا تاکہ وہ حکومت ہند کے نامزد نمائندے سر صاحب زادہ عبدالقیوم کے ساتھ مذاکرات کرسکیں۔ راس کیپل (Ross Keppel) نے اپنے ایک خط میں حکومت ہند کو تحریر کیا کہ مذاکرات کے نتیجے میں اگر مولوی نعمت اللہ سے کوئی معاہدہ طے پا جائے تو ان دونوں نمائندوں مولوی محمد علی قصوری اور مولوی برکت علی کو بھی معافی دینا ہو گی۔ کیونکہ اس کے بقول مجاہدین کی کالونی کی ڈور ان دونوں کے ہاتھ میں ہے۔ راس کیپل کے الفاظ کچھ یوں تھے

It appears quite certain that any settlement with the fanatics must include amnesty to Barkat Ali and Muhammad Ali, as they at present pull the strings in the fantaic colony and I think that the fanatic Amir's proposal for a truce must originally have been suggested by them. (18)

حکومت ہند نے مولوی نعمت اللہ کی طرف سے مولوی محمد علی قصوری اور مولوی برکت اللہ کی نمائندگی کو تسلیم کر لیا۔ جہاں تک ان دونوں کی معافی اور ہندوستان واپسی کا سوال تھا تو اس بارے میں حکومت کا رویہ کچھ مختلف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا۔ حکومت ہند کو مولوی محمد علی قصوری کی واپسی پر کوئی خاص اعتراض نہیں تھا' کیونکہ ان کے خلاف کوئی خاص الزام نہیں تھا' جب کہ مولوی برکت علی کی ہندوستان واپسی اور معافی کے لیے حکومت ہند قطعی طور پر تیار نہیں تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مولوی برکت علی کو رشوت لینے کے جرم میں عدالت سے سزا ہو چکی تھی۔ مولوی برکت علی نے سزا سے بچنے کے لیے شمال مغربی سرحد کے آزد علاقے میں مجاہدین کی کالونی میں پناہ لینے میں اپنی عافیت سمجھی اور ہندوستان سے فرار ہو کر یاغستان میں چلے گئے۔

مولوی محمد علی قصوری مولوی برکت علی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"ڈپٹی برکت علی مرحوم (یہی ان کا اصل نام تھا) گوجرانوالہ پنجاب کے رہنے والے تھے' اور پنجاب میں سینئر سب جج تھے۔ 1917ء میں ان کے پنشن پر ریٹائرڈ ہونے کا زمانہ قریب تھا کہ سر شادی لال چیف جج ہائی کورٹ لاہور کے عتاب میں آ گئے اور ان پر دو مقدمات رشوت کے بنا دیے گئے۔ انھیں ہر دو مقدمات میں دو سال قید کی سزا کا حکم سنایا گیا۔ ڈپٹی برکت علی صاحب کی عمر اس وقت پچپن سال کے لگ بھگ تھی۔ اس پیری میں بجائے پنشن کے قید بامشقت کی سزا کا ملنا ان کے لیے روح فرسا تھا۔ وہ والد مرحوم و مغفور کے پرانے دوست تھے۔ والد صاحب مرحوم و مغفور نے نہ صرف ان کی طرف سے ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی بلکہ پانچ ہزار روپے کی ضمانت پر انھیں دوران سماعت اپیل کے لیے رہا کروا لیا۔ والد صاحب قبلہ کو یقین تھا کہ سر شادی لال اپیل کو مسترد کر دیں گے' اس لیے فیصلے سے ایک دن پہلے انھوں نے پرائیویٹ طور پر ہائی کورٹ سے پتا کیا کہ کیا فیصلہ سنایا جانے والا ہے۔ انھیں اطلاع ملی کہ حسب توقع ضمانت کی منسوخی اور قید کا حکم بحال رہے گا۔ رات کو مشورہ ہوا۔ اب یا تو ڈپٹی صاحب کو قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے کے لیے چھوڑ دیا جائے یا پھر انھیں سرحد پار بھیج کر زر ضمانت ضبط کروا لیا جائے۔ والد صاحب قبلہ نے اپنے مالی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نقصان کو ترجیح دیتے ہوئے اسی رات ڈپٹی صاحب کو ہری پور ہزارہ کے راستے میرے پاس بھجوا دیا۔" (19)

مولوی محمد علی قصوری اور مولوی برکت علی صاحب زادہ عبدالقیوم سے مذاکرات کے لیے 16 جون 1917ء کو پشاور پہنچے۔ مذاکرات کے نتیجے میں فریقین کے مابین ایک معاہدہ طے پا گیا۔ (20) چنانچہ مولوی نعمت اللہ کے دونوں نمائندے 30 ستمبر 1917ء کو واپس اسمست (یاغستان میں ہندوستانی مجاہدین کے مرکز) کے لیے روانہ ہوئے تاکہ معاہدے کی دستاویز پر مولوی نعمت اللہ سے دستخط کروائے جا سکیں۔ مولوی محمد علی اور مولوی برکت علی معاہدہ صلح کی دستاویز پر دستخط کروانے کے بعد 3 دسمبر 1917ء کو واپس پشاور پہنچے، جس کی اطلاع راس کیپل (Ross Keppel) نے 4 دسمبر 1917ء کو حکومت ہند کو بذریعہ تار دی۔ تار کا مضمون یہ تھا:

Barkat Ali and Muhammad Ali brought me today the agreement signed by the Amir of Hidustani fanatics and counter-signed in my presence as evidence of the genuinness of Amir's signatures .... Barkat Ali is proceeding to take up his residence at Mansehra. Muhammad Ali is going to his home at Qasur. Please infrom the Government of the Punjab that we have nothing against him and that he should not be molested. (21)

امیر المجاہدین مولوی نعمت اللہ اور حکومت ہند کے مابین جو معاہدہ طے پایا تھا، اس کے نتیجے میں مولوی محمد علی قصوری کو ہندوستان واپس آنے کی اجازت مل گئی، جب کہ مولوی برکت علی کو بعض شرائط پر واپس آنے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اجازت ملی۔ لیکن انھیں کچھ عرصہ مانسہرہ میں جلاوطنی کی زندگی گزارنا پڑی۔ مولوی برکت علی کی واپسی کے لیے جو شرائط عائد کی گئیں وہ مندرجہ ذیل تھیں:

1- ان کی جلاوطنی کو قید میں محسوب کیا جائے اور ان کی زرضمانت کی ضبطی کا حکم منسوخ کر دیا جائے۔

2- آئندہ جب تک ان کی قید کی میعاد ختم نہ ہو جائے یہ پنجاب نہ جائیں' بلکہ مانسہرہ میں رہیں۔ انھیں اپنے اہل و عیال کو بلا کر ساتھ رکھنے کی اجازت ہو گی۔ ان پر کسی قسم کی پابندی نہ ہو گی اور نہ ان کی ڈاک وغیرہ سنسر ہو گی۔

3- ہم انھیں کوئی وظیفہ نہ دیں گے' مگر اس خیال سے کہ یہ اپنا گزارہ چلا سکیں' ان کے بڑے بیٹے کو جو پنجاب میں ہیڈ ماسٹر ہیں' مانسہرہ میں ہیڈ ماسٹر بنا دیں گے اور ان کو وہی تنخواہ دیں گے' بلکہ فرنٹیر الاؤنس بھی دیں گے۔ (21)

معاہدے کے نتیجے میں مولوی محمد علی قصوری دسمبر 1917ء میں اپنے وطن قصور پہنچے' جب کہ مولوی برکت علی مانسہرہ چلے گئے۔ مولوی محمد علی قصوری تین سال افغانستان اور یاغستان میں گزارنے کے بعد ہندوستان واپس تشریف لائے۔ جس مقصد کے حصول کے لیے انھوں نے ہندوستان سے ہجرت کی راہ اختیار کی' اس کے حصول میں انھیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ انھوں نے اپنی جدوجہد کے لیے ایسے علاقے کا انتخاب کیا جہاں ہندوستانی مجاہدین اور افغانی عوام ایک دوسرے کو سمجھنے میں ناکام رہے' اور ان کے مقاصد میں ہم آہنگی نہ تھی۔ ہندوستانی مجاہدین آزادی ہند کے لیے کوشاں تھے' جب کہ یاغستان یا افغانستان کے عوام کو ہندوستان کی آزادی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ آزادی ہند کی وہ تحریکیں جو ہندوستان کی سرزمین سے باہر شروع کی گئی تھیں' ان کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہو سکے۔ ہمارے بعض بزرگان دین نے ہندوستان کی سرزمین سے دور استخلاص وطن کی جو جدوجہد کی تھی' وہ ایک سعی لاحاصل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثابت ہوئی۔ اس بات کا اقرار مولانا عبیداللہ سندھی کی خود نوشت "کابل میں سات سال" کے مقدمے میں یوں کیا گیا ہے:

"یا غستان کے آزاد قبائل کی طاقت کا غلط اندازہ لگانے میں سب سے پہلے سہو حضرت سید احمد شہید اور ان کے ساتھیوں کو ہوا۔ 1818ء میں ان بزرگوں نے اس برعظیم میں ایک ایسی زبردست، پرخلوص اور ہمہ گیر اسلامی تحریک شروع کی جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اس تحریک میں جو جاں نثار، ایثار پیشہ اور اسلام کے لیے سب کچھ قربان کرنے والے مجاہد پیدا ہوئے، ان کو اسی یا غستان میں لے جایا گیا تاکہ وہاں سے ہندوستان پر حملہ ہو اور مسلمان اپنی چھنی ہوئی آزادی دوبارہ حاصل کریں۔ لیکن یہ تمام جدوجہد ریت میں ہل چلانے کے مصداق ثابت ہوئی۔ 1831ء میں بالاکوٹ کے مقام پر حضرت سید احمد اور ان کے ساتھی شہید کر دیے گئے اور خود آزاد قبائل میں سے بعض لوگوں نے ہندوستانی مجاہدین کو لوٹا کھسوٹا اور قتل تک کیا.......... بزرگوں کے اس سہو کو بدقسمتی سے بعد والوں نے مشعل راہ بنا لیا۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کی شہادت کے بعد ان کے نام لیوا اسی یا غستان میں مجاہدین کا ایک مرکز بنا کر بیٹھ گئے، جن کی طرف برعظیم کے لاکھوں کروڑوں سادہ لوح و مخلص اور اسلام سے محبت رکھنے والے مسلمانوں کی نظریں لگی رہیں، اور اسے وہ اپنی خوش فہمی میں بذریعہ نجات سمجھتے رہے اور جس سے جو کچھ بن پڑتا اس کی مدد کے لیے کرتا۔ حالانکہ یہ مرکز محض ایک نشانی تھا بزرگوں کی -- نہ اس کے مجاہد آزاد قبائل کو اپنا سکے اور نہ آزاد قبائل نے کبھی ان کو اپنا سمجھا۔ حضرت شیخ الہند بھی اسی سہو میں مبتلا تھے اور اسی بنا پر انھوں نے اپنی تمام توجہ یا غستان کے مرکز کی طرف مبذول رکھی اور اس سے اس قدر امیدیں وابستہ رکھیں۔

"آزاد قبائل" کے متعلق اس غلط فہمی کا شکار صوبہ سرحد کے بھی کئی محب وطن قوم پرور، نہایت ہی مخلص اور بے حد سرگرم کارکن پٹھان حضرات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو چکے ہیں، جو جوانی میں اپنا وطن چھوڑ کر یاغستان پہنچے تاکہ ان قبائل میں جو آزاد سمجھے جاتے تھے، کام کریں اور ان کو متفق و متحد کر کے اور ان میں جہاد کی روح پھونک کر ان سے آزادی وطن کا کام لیں۔ لیکن بیس تیس تیس سال کے بعد "آزاد قبائل" میں کام کر کے جب یہ بڑھاپے میں واپس وطن لوٹے تو ان کے بال سفید تھے، چہرے پچکے ہوئے تھے، دل ٹوٹ چکے تھے اور وہ آب دیدہ ہو کر بڑی حسرت سے یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ کاش اتنا کام ہم اپنے وطن میں کرتے" (22)

حوالہ جات

-1 ظفر حسن ایبک، "خاطرات" لاہور (سنگ میل پبلیکیشن) 1990ء، ص 39-40

-2 مولانا محی الدین احمد قصوری کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے :-

محمد اسحاق بھٹی کا مضمون "مولانا محی الدین احمد قصوری" المعارف (ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور) جلد 26، شمارہ 7، جولائی 1993ء صفحات 61 تا 82

(اس پورے خاندان کے مفصل حالات معلوم کرنے کے لیے ملاحظہ ہو محمد اسحاق بھٹی کی تصنیف : "قصوری خاندان" شائع کردہ مکتبہ تعلیم الاسلام، ماموں کانجن، ضلع فیصل آباد۔ اور عبداللہ ملک کی کتاب: محمود علی قصوری، لاہور (جنگ پبلشرز)

-3 مولوی محمد علی قصوری، "مشاہدات کابل و یاغستان" کراچی (انجمن ترقی اردو) سن ندارد، ص 11

مولوی محمد علی قصوری کے بارے میں ریشمی رومال تحریک کی ڈائریکٹری میں لکھا ہے :-

"جنود ربانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے، عبدالقادر پلیڈر کا لڑکا ہے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محی الدین عرف برکت علی کا بھائی ہے۔ ڈگری لینے کے بعد سول سروس کا امتحان دینے انگلینڈ گیا تھا' لیکن پاس نہ کرسکا۔ 1914ء میں ہندوستان واپس آ گیا۔ ایم۔ عبیداللہ کی سازش سے 1915ء میں حبیبیہ کالج کا پرنسپل مقرر کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اسے اور شیخ ابراہیم سندھی کو عبیداللہ نے خاص طور سے کابل طلب کیا تھا تاکہ وہ نوجوان افغانوں کو جہاد کے لیے تیار کر سکیں۔ سازش کا سرگرم رکن تھا۔ سول لائنز کابل میں جرمن مشن کے ساتھ خفیہ ملاقاتوں میں نمایاں طور سے شریک ہوتا تھا۔ حکومت موقتہ ہند کے بانیوں میں سے ایک ہے۔ تجویز تھی کہ محمد علی اور شیخ محمد ابراہیم سندھی کو جرمنی اور ترکی روانہ کیا جائے تاکہ پچاس ہزار نفری پر مشتمل جرمن و ترک بھیجنے کی درخواست کریں جو ہندوستان پر حملہ کر کے افغان فوج کی رہنمائی کریں' لیکن راجہ مہندر پرتاب اور فان ہیٹنگ میں اختلافات کے باعث یہ تجویز ختم کر دی گئی۔ جون 1916ء میں اسے ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ 10 جولائی 1916ء کو سرحد پار کے تمام ملاؤں اور خانوں کے سردار نصراللہ خان کے خطوط لے کر انقلابی پارٹی کے ہمراہ آزاد علاقے کے لیے روانہ ہو گیا' جن میں ان سے متحد ہونے اور برطانیہ کے خلاف جنگ کرنے پر اصرار کیا گیا تھا۔ اس وقت شاید چرقند میں ہے۔" ملاحظہ ہو:

مولانا سید محمد میاں: تحریک شیخ الہند' کراچی (مکتبہ رشیدیہ) 1988ء

4- شیخ ابراہیم ایم۔ اے مولانا محمد صادق کراچی والے کے خویشوں میں سے ہیں۔ جب مولانا سندھ میں آئے اور ان کا خیال کابل جانے کا تھا تو انھوں نے شیخ ابراہیم کو تیار کیا کہ تم کابل میں جاکر حبیبیہ کالج میں پروفیسر بنو۔ اس نے عرض کیا کہ مجھ پر کچھ قرضہ ہے' اگر وہ اتارا جائے تو میں جانے کے لیے تیار ہوں۔ یہ قصہ مولانا سندھی نے سیٹھ عبداللہ ہارون سے بیان کیا۔ اس نے کہا یہ رقم میں ادا کر دوں گا اور یہ رقم مفت دوں گا۔ یہ رقم ایک ہزار کے برابر تھی۔ مولانا نے یہ رقم وصول کر کے شیخ محمد ابراہیم کو دی۔ مگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

افسوس کی بات ہے کہ جب سیٹھ عبداللہ ہارون کو خبر ہوئی کہ وہ کابل سے روس کو سفر کرتے ہوئے راستے میں شہید ہو گئے ہیں تو سیٹھ عبداللہ ہارون نے شیخ صاحب کی بیوی کی بیماری کے باوجود اس کے مکان پر دعوی کر کے نیلام کرنا چاہا۔ جب سیٹھ عبداللہ ہارون نے یہ رقم دی تھی اس وقت مولانا صادق بھی موجود تھے، قرضے کی صورت ہی نہ تھی، بلکہ امداد تھی۔ مولوی محمد صادق نے سیٹھ صاحب کو بہت سمجھایا، مگر وہ باز نہ آئے اور اس کا مکان نیلام کر کے اپنی رقم وصول کر لی۔

(مولانا عبداللہ لغاری) : مولانا "عبیداللہ سندھی کی سرگزشت کابل"، مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان اسلام آباد (قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت)، 1980ء ص 49

5- مولانا عبیداللہ سندھی : "کابل میں سات سال" لاہور (سندھ ساگر اکیڈمی) 1955ء ص 31

6- مولوی محمد علی قصوری : "مشاہدات کابل و یاغستان" ص 228

7- غلام رسول مہر : "سرگزشت مجاہدین" لاہور (کتاب منزل)، 1958ء ص 266-265

8- مولانا عبداللہ لغاری : "مولانا عبیداللہ سندھی کی سرگزشت کابل" مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، ص 59

9- ایضاً"۔ ص 177

10- مولوی محمد علی قصوری : "مشاہدات کابل و یاغستان" ص 36

11- ایضاً" - ص 42-43

12- ایضاً" ص 56

13- ایضاً"، ص 68

14- ظفر حسن ایبک : "خاطرات" ص 102

15- عبیداللہ سندھی : "کابل میں سات سال" ص 61

16- پولٹیکل و خفیہ فائلز L/ prs/ 11/ 111 Paper No 3036 انڈیا آفس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لائبریری لندن

17- ایضاً"۔ پیپر نمبر2952

18- ایضاً"۔ پیپر نمبر2952

19- محمد علی قصوری: "مشاہدات کابل و یاغستان" ص 141-140

20- پولٹیکل و خفیہ فائلز L/Prs/11/111

Paper No. 1395 انڈیا آفس لائبریری لندن

21- مولوی محمد علی قصوری: "مشاہدات کابل و یاغستان" ص 159-158

22- مولانا عبیداللہ سندھی: "کابل میں سات سال" صفحات 13 تا 15

© rasailojaraid.com